مرداں بجوشید تا جامۂ زناں نپوشید

ہفتہ وار

# کارزار

مدیر ابوالاثر حفیظ جالندھری

چندہ سالانہ تین روپے
فی پرچہ ار

جلد ا | ماڈل ٹاؤن۔ لاہور۔ بدھ۔ ۳۰ دسمبر ۱۹۳۱ء | نمبر ۵

## ٹوٹی ہوئی کشتی کا ملاح

### مولانا محمد علی رحمۃ اللہ کی یاد میں ایک نظم

(ابوالاثر حفیظ جالندھری)

یہ نظم میں نے شہید ملت حضرت مولانا محمد علی قدس سرہٗ کی وفات پر لکھی تھی۔ بظاہر مکمل ہے مگر میری حسرت پوری نہیں ہوئی۔ ارادہ تھا کہ جب قلب پر وہی کیفیت پھر طاری ہو، تو اس نظم کو اپنی حسرت اور اپنے ذوق کے مطابق بڑھاؤں۔ اور مکمل کر کے اُس قائدِ عظیم کی یادگار کے طور پر ایک چھوٹی سی کتاب کی صورت میں تقسیم کر دوں۔ لیکن وہ کیفیت اور فرصت جس کی تلاش تھی اب تک نصیب نہیں ہوئی۔ اکثر مجلسوں میں یہ نظم اسی صورت میں پڑھی گئی۔ مولانا کے محبوں نے بالخصوص اور عام مسلمانوں نے بالعموم اس نظم کو اسی صورت میں شائع کر دینے کا پُرزور مطالبہ کیا۔ میں ٹالتا رہا۔ لیکن اب جبکہ شہید کی پہلی برسی آ پہنچی ہے۔ میں نے اس نظم کو اسی صورت میں شائع کر دینا گوارا کر لیا ہے۔ تاکہ موجودہ دور کے سب سے بڑے مجاہدِ اسلام کے یاد کرنے والوں کی صفِ آخر میں تو کھڑا ہو سکوں۔ — حفیظ

شبِ تاریک۔ بیمِ موج۔ گردابے چنیں حائل ... نہنگانِ اجل کی نیتیں بیدادپر مائل
غضب تھا اک شکستہ ناؤ کا منجدھار میں پھنسنا ... وفا کی سسکیاں۔ قسمت کا رونا۔ موت کا ہنسنا
فقط اک "سرپھرا" ملاح۔ طوفانوں سے لڑتا تھا ... ہوا کے۔ آب کے۔ جنوں کے۔ شیطانوں سے لڑتا تھا
اگرچہ ناؤ میں انبوہ در انبوہ انساں تھے ... یہ سب ملاح کے ہم قوم تھے یعنی مسلماں تھے
یہ سب تھے عقل و جرأت میں ارسطو و اسکندر ... مگر آرام سے لیٹے ہوئے تھے ناؤ کے اندر
چلی جاتی تھی کشتی خشمگیں موجوں سے ٹکراتی ... اُبھرتی۔ بیٹھتی۔ دبتی دباتی اور چکراتی

کہیں گرداب کے منہ میں کہیں پرشور دھارے پر
کبھی اِس کے اشارے پر کبھی اُس کے اشارے پر

ہوا کے دوش پر خونخوار عفریتوں کی فوجیں تھیں
پہاڑ اُٹھ اُٹھ کے ٹکراتے تھے یا پانی کی موجیں تھیں

فلک پر بے تحاشا دوڑتے تھے ابر کے گھوڑے
کڑکتی بجلیاں برسا رہی تھیں آتشیں کوڑے

اُڑا کرتے ہیں صدموں سے جگر کے جس طرح لختے
اُکھڑتے جا رہے تھے رفتہ رفتہ ناؤ کے تختے

تعجب ہے کوئی پروا نہیں تھی ناؤ والوں کو
کہ طوفاں میں غلط آتی تھی خامی باکمالوں کو

انہیں معلوم تھا گرداب نے کشتی کو گھیرا ہے
گھڑی بھر میں یہ تیرا اب نہ تیرا ہے نہ میرا ہے

انہیں دعوے تھے بحرِ زندگی میں ناخدائی کے
انہیں گر یاد تھے گرداب میں مشکلکشائی کے

یہ طوفانوں پہ کر سکتے تھے پچھلے دار تقریریں
دکھا سکتے تھے تقریروں میں طوفانوں کی تصویریں

ہوا کا رُخ ذرا بدلے تو سب کچھ جان جاتے تھے
تہِ دریا نہنگوں کی نظر پہچان جاتے تھے

یہ سب۔ جو پاؤں پھیلائے ہوئے کشتی میں لیٹے تھے
پُرانے ناخداؤں۔ اور ملّاحوں کے بیٹے تھے

مگر وہ "سرپھرا ملّاح" تنہا تھا۔ اکیلا تھا
اِدھر موجوں کی شدت تھی۔ اِدھر پانی کا ریلا تھا

وہ چلّاتا تھا۔ اُٹھو بھائیو۔ آؤ۔ اِدھر آؤ
ذرا ہمّت دکھاؤ۔ دست و بازو کام میں لاؤ

ہوائیں اُڑ چکی ہے دھجی دھجی بادبانوں کی
شکستہ ہو چکی ہے ناؤ۔ مانگو خیر جانوں کی

اُکھڑ جائیں گے تختے۔ آؤ ان کو تھام لو آ کر
سلامت ہیں جو کچھ اوزار اُن سے کام لو آ کر

اِدھر سیلاب بھر آتا ہوا معلوم ہوتا ہے
اِدھر گرداب بل کھاتا ہوا معلوم ہوتا ہے

نہیں ہنگام سونے کا۔ کھڑے ہو جاؤ۔ تن جاؤ
حوادث کے مقابل آہنیں دیوار بن جاؤ

مبادا ناؤ اب کے اور بھی کمزور ہو جائے
یہ گرداب بلا شاید دہانِ گور ہو جائے

وہ چلّایا۔ وہ چیخا۔ منتیں کیں۔ آہ و زاری کی
مگر بے سود تھا سب کچھ کسی نے بھی نہ یاری کی

نہ آمادہ ہوا کوئی بھی جرأت آزمائی پر
سبھی ہنستے رہے ملّاح کی ہرزہ سرائی پر

بلاتا تھا وہ نامِ غیرتِ اسلام لے لے کر — جھڑک دیتے تھے لیکن سب اُسے دشنام دے دے کر
مگر ملاح اپنے فرض کا احساس رکھتا تھا — وہ اپنے ساتھیوں کی آبرو کا پاس رکھتا تھا
اُسی نے جسم پر کھائے تھپیڑے تند موجوں کے — اُسی کے ساتھ ٹکرائے ہوائے تیز کے جھونکے
وہ اپنی جان پر سہتا رہا۔ سہتا رہا تنہا — اُٹھو! ہمت کرو!! کہتا رہا۔ کہتا رہا تنہا
مگر ہنستے رہے۔ ہنستے رہے غفلت کے شیدائی — اِسی کشتی کے ہمراہی۔ اِسی ملاح کے بھائی
اُدھر بڑھتی رہی۔ بڑھتی رہی دریا کی طغیانی — اِدھر گھٹتی رہی۔ گھٹتی رہی توفیقِ انسانی
شکستہ ناؤ کا ملاح بیدم ہو گیا آخر — بڑھا کر حوصلہ تن میں لہو کم ہو گیا آخر
گرا دریا میں چپّو۔ ہاتھ سے پتوار بھی چھوٹی — شکستہ ہو گئے بازو۔ مگر ہمت نہیں ٹوٹی
وہ کشتی کے محافظ ڈھونڈتا تھا اب بھی یاروں میں — اُنہیں تاکید کرتا تھا۔ اشاروں ہی اشاروں میں

مگر اُس کے اشاروں کو سمجھ سکتا نہ تھا کوئی
سمجھ سکتا بھی ہو۔ تو اس طرف تکتا نہ تھا کوئی

تھکن کا ہو رہا تھا اب اثر آہستہ آہستہ — لگا جھکنے وہ سر افراز سر آہستہ آہستہ
وہی سر جو ہواؤں سے نہ طوفانوں سے جھکتا تھا — نہ فرعونوں سے جھکتا تھا۔ نہ ہامانوں سے جھکتا تھا
نہ جھکتا تھا کبھی۔ میر و وزیر و شاہ کے آگے — وہ سر اک مرتبہ پھر جھک گیا اللہ کے آگے
تعجب سے ردائے ابر میں سے برق نے جھانکا — کہ یہ اک آخری سجدہ تھا اُس مردِ مسلماں کا

شکستہ ناؤ میں۔ طوفان کی اس چیرہ دستی میں
وہ اپنا فرض پورا کر چکا تھا بحرِ ہستی میں

نہ رو۔ او بے حمیت قوم۔ اب رونے سے کیا حاصل — دکھانے کے نہیں قابل یہ مُنہ دھونے سے کیا حاصل
ہزار و تا تیری طرزِ ستم سے بھی نرالا ہے — اُسے روتی ہے۔ جس کو تو نے خود ہی مار ڈالا ہے
وہ تو یہ۔ بغیر توبہ ہرگز کھل نہیں سکتا
لہو کا داغ رسمی آنسوؤں سے دھل نہیں سکتا

(۱۰ ۳۰م)
حفیظ

# لیل و نہار

جاپان نے میدانِ جنگ میں روس کو شکست فاش دی۔ اور میدانِ تجارت میں مغربی ممالک کا بڑی شد و مد سے مقابلہ کر رہا ہے۔ چین نے چُنیا بیگم کے چنگل سے رہائی حاصل کر لی۔ اور اب اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے لئے سر توڑ کوشش کر رہا ہے۔ ایران اور افغانستان نے جمہوری طرزِ حکومت قائم کر لیا۔ ہندوستان میں بھی خود اعتمادی اور خود اختیاری کے لئے ایک زبردست تڑپ پیدا ہو گئی ہے لیکن اسکے باوجود مشرقی اقوام وحشی کی وحشی اور غیر مہذب کی غیر مہذب دھری پڑی ہیں۔ وجہ یہ کہ ہم مشرقی لوگ انتہا کے کاہل الوجود اور پرانی لکیر کے فقیر واقع ہوئے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اہلِ مشرق بھی وحشی اور غیر مہذب وغیرہ القاب سے کسی قدر تنگ آ چکے ہیں۔ اور اپنی قدیم روایات اور مشرقی تہذیب سے پیچھا چھڑا کر و اپنی نظر میں نہیں۔ بلکہ اہلِ مغرب کے نزدیک "مہذب" بننے کے لئے سر توڑ اور ہاتھا پھوڑ کوششیں کر رہے ہیں۔ لیکن جناب مشرق مشرق ہے اور مغرب مغرب۔ کہاں راجہ بھوج اور کہاں گنگوا تیلی۔ کہاں مشرق کے سست رو اور قدامت پرست مقلد اور کہاں مغرب کے سبک رفتار اور طباع موجد۔ چنانچہ جب تک ہم پرانی زنجیروں کو توڑ کر اہلِ مغرب کے ایک آدھ انچ قریب پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اتنی دیر میں وہ کوئی نہ کوئی نئی ایجاد کر کے ہم سے ہزاروں کوس آگے نکل جاتے ہیں۔

---

مثال کے طور پر پردہ کو لیجئے۔ تہذیب جدید کے پرستار ہندوستانیوں نے مدتِ مدید کی کوششوں کے بعد یہ تیر مارا۔ کہ بیویوں سمیت کلب میں جانے لگے۔ اور ان کے لباس میں کسی قدر قطع و برید کر کے بازو ننگے کر ڈالے۔ لیکن اہلِ مغرب سے ہمارا اسقدر مہذب بن جانا بھی برداشت نہ ہو سکا۔ چنانچہ ان میں سے ایک سرگرم طبقہ نے لباس کا قصہ ہی پاک کر دیا۔ اور بالکل برہنہ ہو گئے۔ اب خیال فرمائیے۔ کہ ہندوستانی تو ڈیڑھ سو سال میں صرف بازو ننگے کرنے کے قابل ہوئے۔ اور مغرب والے لباس کے بوجھ سے سراسر آزاد ہو کر دنیائے دوں کی نیکی بدی سے بالاتر ہو گئے۔ چنانچہ خود انگلستان میں اس تحریک عریانی کو ترقی دینے والی انجمنیں کثرت سے پیدا ہو رہی ہیں۔ چالاک ممبر لوگوں کو سرکلر بھیجکر ان سے درخواست کرتی ہیں کہ وہ بھی اس تہذیب عریاں کے پجاری بن کر گھر کے اندر اور باہر حاصل ہونیوالی مسرتوں سے لطف اندوز ہوں۔ ابتک تو ان حضرات اور خواتین کی سرگرمیاں صرف ممبروں تک ہی محدود تھیں لیکن آپ جانتے ہیں ان ہی لوگوں کو ننگے دیکھنے سے طبیعت کا سیر ہو جانا قدرتی بات تھی۔ اس لئے اب ان لوگوں نے اپنی سرگرمیوں کا دائرہ وسیع کر کے شریف گھرانوں کے امن و سکون اور اخلاق و اطوار پر بھی یورش کر دی ہے۔ اور انہیں خاصی کامیابی ہو رہی ہے۔ کیونکہ یہ سست رو ہندوستان نہیں بلکہ سبک رفتار یورپ ہے۔ جبھی تو کسی نے کہا ہے کہ ؎

وہاں جن کو نگاہ تو لیں ہی کھول دیتی ہے
یہاں برسوں میں وہ بند قبا ڈھیلے نہیں پڑتے

---

اخبار سنڈے گرافک لندن کا ایک نامہ نگار لکھتا ہے کہ مجھے ایک ایسی ہی انجمن کا سراغ ملا۔ تو میں اُنکے مکان پر پہنچا لیکن وہاں یہ جواب ملا۔ کہ چونکہ تم نے پہلے سے وقت مقرر کر کے اپنے مہذب ہونے کا ثبوت نہیں دیا اسلئے پورے چوبیس گھنٹے انتظار کی مصیبت برداشت کرو۔ اور کل اسی وقت آکر شیطان کی قدرت کا نظارہ دیکھو۔ سرکلر میں بھی اس امر کی تاکید کی گئی تھی۔ کہ جن لوگوں کی نگاہیں اس حیا سوز نظارہ کی مشتاق ہوں۔ وہ پہلے وقت مقرر کر کے آیا کریں۔ شاید اس سے ارکانِ انجمن کا یہ مقصد ہو۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی قبل از وقت آکر انہیں کپڑے پہنے ہوئے دیکھ لے۔ اور اس طرح دین و دنیا کی رسوائی نصیب ہو۔ چنانچہ نامہ نگار صاحب دوسرے دن تشریف لے گئے۔ پہلے دن جس وقت گئے تھے۔ اس وقت مکان میں روشنی نہ تھی لیکن دوسرے دن خوب جگمگا رہا تھا۔ کھڑکیوں میں نیلگوں پردے لٹک رہے تھے۔ اور آگ کی روشنی میں برہنہ جسم نظر آ رہے تھے۔ دروازہ ایک "کنواری" عورت نے کھولا۔ وہ بالکل برہنہ تھی۔ صرف ایک باریک کپڑا جسم پر تھا جس میں سے بدن کا رُواں رُواں نظر آ رہا تھا۔ خیر نامہ نگار صاحب اندر داخل ہو گئے۔ لیکن اس کے بعد جو کچھ ہوا اسکی مختصر سی کیفیت بھی اخبار میں درج کر دیجائے۔ تو دوسرے ہی روز یہ آپکا خادم پابدست دگرے دست بدست دگرے کہیں سے کہیں پہنچ جائے۔ اور ہر روز چار پانچ آنے کی سرکاری خوراک سے شکم پُری کر کے "بول جوان" کے جواب میں "حاضر جناب" کہتا نظر آئے۔ اس لئے خاکسار پر رحم کیجئے۔ اور صرف لاحول پڑھ کر پس پردہ کارروائی پر لعنت بھیجئے۔ کیونکہ فی الحال جاہل اور غیر مہذب رہنے ہی میں عافیت نظر آتی ہے +

۷۸۹

# کارزار

ماڈل ٹاؤن۔ لاہور۔ ۳۰ر دسمبر ۱۹۳۱ء

## ماڈل ٹاؤن کمیٹی کے رکن

### یہ کون لوگ ہیں؟

آجکل ماڈل ٹاؤن کی مجلس انتظامیہ میں چند ایسے ارکان داخل ہیں جنکا نام ماڈل ٹاؤن سے باہر کی دنیا میں کبھی سنا نہیں گیا۔ اگر ماڈل ٹاؤن ایک خاص سکیم نہ ہوتی۔ اور کسی دوسرے معمولی قصبے کا معاملہ ہوتا۔ تو یہ کوئی ایسی قابل ذکر بات بھی نہ تھی۔ اگرچہ اس صورت میں بھی ارکان کی "پبلک لائف" اور اُن کے علم ولیاقت کو اُن کی نمائندگی کے لحاظ سے دیکھنا کوئی عجیب بات نہ ہوتی۔

دو سال پہلے یہاں پنجاب کے مشہور ترین آدمی مجلس انتظامیہ کے ارکان سر گنگا رام۔ آنریبل جسٹس سر عبدالقادر۔ راجہ نرندرا ناتھ۔ پروفیسر دیوی دیال۔ چودھری ظفر اللہ خاں۔ نواب آغا علی رضا خاں۔ مولوی انعام علی جیسے مشہور و معروف لوگ تھے۔ جنکی لیاقت معاملہ فہمی اور تدبر پر ہر شخص کو اعتماد تھا۔ اب یہ لوگ نہیں ہیں۔ ڈاکٹر گوکل چند نارنگ ہیں۔ اور ایک دو اور مشہور اور مدبر اب بھی کہنے کو اس کمیٹی میں ہیں۔ مگر اُن کا ہونا نہ ہونا اس لئے برابر ہے۔ کہ وہ موجودہ اکثریت کی حرکات سے تنگ آگئے ہیں۔ اور شرکت سے محترز ہی رہتے ہیں۔

ماڈل ٹاؤن ایک نئے قسم کی آبادی اور نئے قسم کی سکیم ہے جس کو سمجھنے اور عملی جامہ پہنانے کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ مجلس انتظامیہ میں ایسے ارکان ہوں۔ جو نیک نام ہوں۔ مدبر ہوں۔ پبلک زندگی میں کارہائے نمایاں انجام دے چکے ہوں۔ دوسروں کے خیرخواہ ہوں۔ پبلک مفاد کے معاملے میں بے غرض ہوں۔ سیر چشم اور ہمدرد ہوں۔ کم از کم ایسے ضرور ہوں۔ کہ روپے پیسے کے معاملے میں اُن پر اعتماد کیا جا سکے۔

راجہ ہری کشن کول جو منتخبہ صدر ہیں مشہور آدمی ہیں۔ لیکن وہ سات آٹھ ماہ سے کشمیر میں ہیں۔ اور اس وقت سے کوئی عملی حصہ انہوں نے نہیں لیا جسٹس سر عبدالقادر نے ولایت کے سفر میں استعفےٰ بھیج دیا تھا۔ چودھری ظفر اللہ خاں اور راجہ نرندرا ناتھ بھی مستعفی ہو چکے ہیں۔ اس لئے آجکل صدارت کے فرائض سردار حاکم سنگھ انجام دے رہے ہیں۔ یہ خود اہلو والیہ ہیں اور ان کے ساتھیوں میں چار اور اہلو والیہ ہیں۔ یعنی بھگوت دت۔ رائے صاحب سوامی داس۔ نرندر سنگھ اور ہرچرن سنگھ۔ ان کے دوسرے ساتھی ڈاکٹر کرم سنگھ۔ رگھبیر سنگھ۔ رام سرن داس چڈہ۔ امرناتھ منٹو ہیں۔ اور ان سب معزز ارکان نے ایک پارٹی بنا رکھی ہے۔ اس پارٹی میں اور لوگ بھی ہیں لیکن زور انہی لوگوں کا ہے۔ ہم ان سب کی جائز عزت کرنے کو تیار ہیں لیکن افسوس انکی گذشتہ پبلک لائف کے متعلق یہاں بہت کم لوگوں کو واقفیت حاصل ہے۔ ہم نے لاہور اور دوسرے شہروں میں بھی ان حضرات کے متعلق مختلف طبقے کے لوگوں سے دریافت کیا۔ لیکن ان حضرات کی گذشتہ پبلک لائف کے متعلق بہت کم معلومات حاصل کر سکے۔

ہمیں ان کی ذات سے ہرگز کوئی بحث نہ ہوتی۔ اگر یہ لوگ ماڈل ٹاؤن جیسی عظیم الشان سکیم کے انتظامیہ معاملات میں دخل نہ دیتے۔ اب جبکہ ان لوگوں نے یہاں ایک جتھا بنا کر ایک قسم کا اقتدار بنا لیا ہے۔ اور جو چاہتے ہیں۔ کر گزرتے ہیں۔ اس لئے ضرورت ہے۔ کہ ان بزرگوں کی گذشتہ پبلک لائف ان کے گذشتہ کارناموں۔ انکی عام انسانی ہمدردی۔ انکی انتظامی مہارت۔ ایک شہر کو آباد کرنے کی لیاقت۔ اور خاص طور پر ان کے تدین اور حسن معاملت سے عام حصہ داران سوسائٹی پوری طرح واقف ہوں۔ تاکہ جس کام کے اہل ہونے کا ان لوگوں نے دعوےٰ کیا ہے۔ وہ ثابت ہو جائے۔ اور جو شکوک بعض لوگوں کے دلوں میں ہیں۔ دُور ہو جائیں۔

اگر یہ لوگ قابل اعتماد ہوں۔ تو لوگ تسکین خاطر سے ان پر بھروسہ کریں۔ ہم نے معمولی سے معلومات حاصل کئے ہیں۔ جو نا تسلی بخش ہیں لیکن ہماری خواہش ہے۔ کہ ہمارے اخبار کے پڑھنے والے اگر ان بزرگوں کے حالات پر روشنی ڈال سکیں۔ تو نہ صرف ماڈل ٹاؤن کی سکیم پر بلکہ ان لوگوں پر بھی ایک قسم کا احسان ہی ہوگا۔ کیونکہ موجودہ بے چینی اور بے اعتمادی جو بہت سی طبائع میں ان کی موجودہ روش سے پیدا ہو رہی ہے اگر وہ دُور ہو جائے۔ اور یہ اس کام کے اہل سمجھے جائیں۔ تو ان کو بھی خوش اسلوبی سے کام کرنے کا موقع ہوگا۔ اور اگر یہ اس عظیم ذمہ داری کے نا قابل ٹھہریں۔ تو ان کو سبکدوش کر کے دوسرے زیادہ اہل آدمی لانے کی کوشش کرنا آپ سب حضرات کا فرض ہے۔ جو معلومات ہمیں حاصل ہونگی۔ ہم انہیں اخبار کے ذریعے پیش کرتے رہیں گے۔

# یونیورسٹی کی اصلاح

## این جی بنرجی کی رائے

ہماری تعلیم کا نظام آج تک تمام تر حکومت کے نظام پر مبنی رہا ہے۔ جو بذاتِ خود ایک غیر ملکی نظام ہے۔ اور یہ مسلّم امر ہے۔ کہ اس نظامِ تعلیم کا زمانہ ختم ہو چکا ہے آج جو مسئلہ ہمارے سامنے ہے۔ وہ یہ نہیں ہے۔ کہ حکومت کی مشین کے لئے صرف کل پرزے تیار کئے جائیں۔ بلکہ ایسے اشخاص پیدا کئے جائیں جو روشن خیال۔ اعلیٰ دماغ با اخلاق۔ صاحبِ عمل اور زندگی کے ہر شعبہ میں ایجاد و اختراع اور جرأت کا مادہ رکھتے ہوں۔ ملک کا تقاضا آج ایسے نوجوانوں کے لئے ہے جو تمام معاملات پر نسبت وطن [illegible] اور ہر ایک عملی نقطۂ نظر رکھنے والے ہوں جن میں تازگی خیالات ہو۔ جو سوسائٹی کی ہر خدمت کرنے کے لئے آمادہ ہوں۔ یہ نہ صرف ایسے ہوں۔ کہ محض اپنے لئے روزی پیدا کر سکیں۔ بلکہ نہایت جوش اور سرگرمی کے ساتھ قوم و ملک کی بھی خدمت کر سکیں۔ ضرورت ہے۔ کہ اس نظام کی بنیاد جن خیالات اور اغراض پر قائم ہے۔ وہ سب کے سب بدل دیئے جائیں۔ پرانے بتوں کو چھوڑ کر ایک نئی روح اور نئی "فضا" پیدا کر لی چاہئے۔ میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں۔ جو یہ سمجھتے ہیں۔ کہ تمام عیوب و نقائص ایک مجلس عاملہ یا کارکن جماعت کے بدل دینے سے دور ہو سکتے ہیں۔ بلکہ میں ان عیوب کو بیخ و بن سے اکھاڑ دینے کا حامی ہوں۔ اور معاشرتی و تعلیمی معاملات میں ہی ان [illegible] نہیں ہوا۔ ہمیں نئے سرے سے کام شروع کرنا چاہئے۔ اور اس کی اس بنیاد رکھنی چاہئے۔ جو صد ہا سال تک نہ اکھڑ سکے!!

### انگریزی زبان کی بیجا پاسداری

سب سے پہلے یہ بات ہے کہ انگریزی زبان و ادب کو جو اسقدر اہمیت دی جاتی ہے۔ اور یہ سمجھا جاتا ہے۔ کہ اسکے بغیر اعلیٰ تعلیم نامکمل رہ جائیگی اور کوئی فن یا سائنس بغیر اس کے سیکھ ہی نہیں سکتا جب اسی بات کی اصلاح کرنا سب سے ضروری ہے۔ اور ہم چاہتے ہیں۔ کہ جلد سے جلد اس خیال کو بدلنے کی کوشش کریں۔ اور اسکے بجائے ایک صحیح اور وسیع نقطۂ خیال کی بنیاد ڈالنی چاہئے۔ اب تک سمجھا جاتا ہے کہ انگریزی زبان اعلیٰ تعلیم اور تہذیب و معاشرت کی علامت ہے۔ جس طرح انگریزی کپڑوں کو پہننا تہذیب و تمدن کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ اس قسم کی ذہنیت "غلامانہ ذہنیت" ہے۔ جس پر آئیندہ چل کر افسوس کرنا آتا ہے۔ یہی "ذہنیت" یہی "تہذیب" ہماری ملکی زبان کو حقارت اور غربت کی نظر سے دیکھتی ہے۔ جو زبان کہ کبھی شیکسپیئر اور ملٹن کی زبان تھی

"اس زبان کو تقریباً نصف کرۂ ارض پر بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ وہ بیشک عزت و احترام کے قابل اور لائق ہے۔ لیکن اپنی تہذیب و تمدن کے اظہار کے لئے اپنی تعلیم و تربیت کا ذریعہ بنانے کے لئے ملکی زبان کو کیونکر نظرانداز کیا جاسکتا ہے۔ اب ہم لوگوں کا فرض ہے۔ کہ اپنی زبان کو عرشِ معلیٰ تک پہنچائیں۔ اور جو قوانینِ فطرت اور آئینِ ملت دونوں کی رو سے اُسے حاصل ہے۔ ہماری زبان کو اصلی زبان ہونا چاہئے۔ اپنا تمام دار و مدار اسی زبان پر ہو۔ ہم اور انگریزی کو بطور ثانی کے ہونا چاہئے۔ دونوں لازمی ہوں۔ مگر ہر ایک اپنی اپنی جگہ پر!!

### ہماری تعلیم کا مقصد ملکی زبان ہو

ایک بار جہاں یہ تسلیم کر لیا گیا (اور آجکل اصولاً ذمہ دار اصحاب نے اسے تسلیم بھی کر لیا ہے۔) اور اپنی دیسی زبان کی تعلیم کے لئے مناسب انتظامات ہو گئے۔ تو اس سے ہمارے تعلیمی مقصد کو تقویت اور اعانت پہنچے گی۔ جو ابھی تک خواب و خیال ہے۔ آجکل ہمارے طلباء کی قوت اور محنت کا نوے فیصدی حصہ ایک ایسی زبان کی پیچیدگیوں کے حل کرنے میں صرف ہو جاتا ہے۔ جس کے قواعد و محاورات کو ہماری زبان سے دور کی نسبت بھی نہیں ہے۔ اس زبان کی تعلیم کا طریقہ اکثر بالکل مصنوعی اور غیر فطری ہوتا ہے۔ اور ویسا ہی اس کا اثر بھی ہوتا ہے۔ میں بہت سے ایسے طلباء کو جانتا ہوں۔ جنہوں نے اپنے امتحانات "منطق" اور "فلسفہ" لیکر پاس کئے۔ لیکن جب ان سے اسکے بعض مسائل کو خود اپنی زبان میں بیان کرنے کو کہا گیا۔ تو وہ "غوں غوں" کر کے رہ گئے۔ میں اکثر ایسے طلباء کو بھی جانتا ہوں۔ جنہوں نے اڈیسن، شیکسپیئر اور ملٹن کے کلام کو پڑھا ہے۔ لیکن وہ اصل زبان کے چٹخارہ اور اس کی ادبی چاشنیوں سے بالکل محروم اور ناکام رہتے ہیں۔ ایسی تعلیم کا دماغ پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اس سے طبیعت کو اطمینان و تشفی حاصل نہیں ہوتی۔ اس سے گوشت و پوست میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ بلکہ اس سے ضعیف العقل اور کمزور دماغ اشخاص پیدا ہوتے ہیں۔ جو صرف سنائے الفاظ و محاورات کے غلام ہوتے ہیں۔ اور ایک ایسی تیرہ و تاریک فضا میں رہتے ہیں۔ جسے علم اور واقفیت کی روشنی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ دور از کار تخیلات اور نظریوں کا آج جو اس قدر زور ہے۔ اس کی بڑی حد تک ذمہ داری اسی ناقص تعلیم کے سر ہے۔

## صاحب رجسٹرار بہادر کیوں توجہ نہیں کرتے

### کمیٹی بالکل نمایندہ نہیں کہلا سکتی

بائی لاز کے مطابق جنرل میٹنگ گذشتہ اکتوبر میں ہونی چاہئے تھی۔
جس میں پریزیڈنٹ اور وائس پریزیڈنٹوں کا انتخاب ہونا چاہئے تھا۔ اور انتظامیہ
کمیٹی کے ممبروں کے انتخاب کا بھی یہی موقعہ تھا۔ ہمیں حسابات بجٹ منظور ہونا
چاہئے تھا۔ یہی موقعہ تھا کہ عام ممبر کمیٹی کی کارروائی پر آزادانہ اظہار رائے کر سکتے۔
لیکن اب دسمبر ختم ہو گیا ہے۔ جنرل میٹنگ منعقد نہیں کی گئی اور
نہ جلد ایسا کرنیکا امکان نظر آ رہا ہے۔

منتخبہ صدر موجود نہیں۔ ایک وائس پریزیڈنٹ مدت ہوئی مستعفی ہو
چکا ہے۔ کئی ارکان مستعفی ہو چکے ہیں۔ بہت سے حاضر نہیں ہوئے۔ بعض کی جگہ
اپنی مرضی کے آدمی خود بخود چن لئے گئے ہیں۔ عام حصہ داروں سے کچھ نہیں
پوچھا گیا۔ صدر کے فرائض ایک ایسا شخص ادا کر رہا ہے۔ جو ہرگز اس عہدے کا
اہل نہیں۔ کیونکہ گذشتہ سپیشل جنرل میٹنگ کے فیصلے کے مطابق اُس سے رجسٹرار
بہادر کے مقرر کردہ ثالث کے ذریعہ روپیہ وصول ہونا چاہئے تھا کمیٹی۔ نہ نہیں
بلکہ صدر نے اسکو بہت سا روپیہ چھوڑ دیا۔ حالانکہ ایسا کرنا جنرل میٹنگ کے
احکام کی صریح خلاف ورزی تھی۔

چونکہ حالات یہ ہیں۔ جو اوپر بیان کئے گئے ہیں۔ اسلئے ہمارا خیال ہے کہ
انتظامیہ کمیٹی حق نمائندگی ادا نہیں کر رہی ہے۔ اور کہ اُس کے فیصلے کالعدم
قرار دیئے جانے چاہئیں۔

ہم وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں۔ کہ کمیٹی نے نہایت بے ضابطہ طریق
عمل اختیار کئے رکھا ہے۔ کمیٹی کی کارروائی ہر سہ ماہی پر عام حصہ داروں کے
پاس بھیجی جانی لازمی تھی جس کے ساتھ اُس ایجنڈے کی نقل بھی بھیجی جانی لازمی
تھی جس پر عملدرآمد ہوتا رہا ہے۔ صاحب رجسٹرار بہادر کے احکام بھی یہی تھے
اور دستور بھی یہی تھا۔ لیکن سات مہینے سے کسی کو کچھ معلوم نہیں۔ کہ کمیٹی کیا
کر رہی ہے۔ اور کہ اس کا کام صحیح ہے یا غلط۔ اس لئے ہم اس کمیٹی کو بے ضابطہ
اور ناجائز سمجھتے ہیں۔

## سوسائٹی کی جائداد بک رہی ہے

موجودہ کمیٹی نے اخباروں میں اشتہار دیا ہے۔ کہ چار کوٹھیاں اور دو
بلاک دکانوں کے جو سوسائٹی کی اپنی ملکیت ہیں۔ یعنی تمام حصہ داروں کے روپے
سے بنی ہیں۔ بکاؤ ہیں۔ یہ کوٹھیاں نہ جانے کیوں بیچ ڈالی جا رہی ہیں۔ آپکو
معلوم ہے۔ کہ آجکل مکانوں کی قیمتیں کس قدر گری ہوئی ہیں۔ کوٹھیوں
پر ہمارے ہزارہا روپے صرف ہوئے تھے۔ آج کوڑیوں کے مول بیچ ڈالی
جائیں گی۔ یہ کس کا نقصان ہے۔ کیا ان چند ارکان مجلس انتظامیہ کا یا سب
حصہ داروں کا۔ نیز دکانوں کے بلاک بھی جو ہزارہا روپیہ کی مالیت کے ہیں
بک رہے ہیں۔ اب کون کہے کہ بچی ہوئی جائداد کو بیچ کر روپیہ اکٹھا کرنا عقلمندی
نہیں ہے۔ اور پھر وہ روپیہ کن لوگوں کے ہاتھوں میں جائیگا۔ ان ہی
لوگوں کے ہاتھوں میں جنہوں نے دو ہی سال کی مدت میں سوسائٹی کو دیوالیہ
ہونے کے قریب پہنچا رکھا ہے۔ جو تمام حصہ داروں کے مشترکہ روپے کو
صرف اپنے گھروں کے قریب ہی لگا چکے ہیں اور لگا رہے ہیں۔ اگر
کمیٹی میں کوئی دور اندیش موجود ہو تو ہم مشورہ دیتے ہیں۔ کہ اس
حرکت سے کمیٹی کو باز رکھنے کی کوشش کرے۔ کیونکہ یہ معاملہ تمام حصہ داروں
سے پوچھے بغیر طے کرنا بہت برے نتائج پیدا کریگا۔ خرید و فروخت
میں چند آدمیوں کا بھلا ضرور ہو جائیگا۔ لیکن ٹاؤن کا وہ رہا سہا اعتبار بھی جاتا
رہیگا۔ اور اگر کوئی دور اندیش اس کمیٹی میں موجود ہو۔ تو اُسے چاہئے کہ کمیٹی
کے پچھلے کاغذات کا مطالعہ کرے۔ اُسے معلوم ہو جائیگا۔ کہ دکانوں کے
فروخت کرنیکا کسی کو اختیار نہیں۔ غالباً گورنمنٹ کی طرف سے بھی اس پر
چند شرائط عاید ہوتی ہیں۔ آپ انہیں کے تو نہیں۔ لیکن ہم نے کہہ دیا۔

## جنگل میں منگل

سوسائٹی کی لکڑی کی فروخت کا قدیم اور مناسب دستور یہ تھا۔
کہ جو درخت بیچے جاتے تھے۔ وہ کٹ کر پہلے سٹور میں آ جاتے تھے۔ اور سٹور
پروانہ راہداری کیساتھ اہل ٹاؤن کی حدود سے باہر جا سکتے تھے۔ اس طرح چوری کا خطرہ بالکل نہ رہتا تھا
اب موجودہ کمیٹی نے یہ نیا طریقہ نکالا ہے۔ کہ جنگل میں دو درخت
یہاں اور ایک دو کسی اور جگہ کھڑے کھڑے فروخت کر دیئے جاتے ہیں۔
سٹور میں لانے اور پروانہ راہداری کی ضرورت اڑا دی گئی ہے۔ اس صورت
میں دو کی جگہ اگر کوئی پانچ یا دس درخت بھی کاٹ لیجائے۔ تو کوئی پوچھنے والا نہیں
ماڈل ٹاؤن کا جنگل گیارہ میل کا گھیر رکھتا ہے۔ گھنا ہے۔ اور درختوں
پر کوئی نشان یا نمبر نہیں ہیں۔ کہ تعداد وا شناخت ہو سکے۔ اس وسیع جنگل
کی حفاظت کا بھی کوئی انتظام نہیں۔ ہمیں خوف ہے۔ کہ اس نئے طریقے کا
نقصان دہ ہوگا۔ اور جنگل کی کوٹھی بہت آسانی سے خالی ہو جائیگی

# کیا ماڈل ٹاؤن کا ہیڈ کلرک پولیس افسر بھی ہے؟

## صاحب ڈسٹرکٹ جج اور سپرنٹنڈنٹ پولیس متوجہ ہوں

سردار گردھارا سنگھ جو ملک معظم کی فوج میں حوالدار تھا۔ اور اب پنشن پاچکا ہے۔ اور سات سال سے سوسائٹی کے گارڈوں کا افسر ہے۔ اور اُس کے ماتحت کے پانچ دوسرے گارڈوں نے بطور پروٹسٹ سوسائٹی کی ملازمت سے استعفےٰ دیدیا۔ استعفےٰ کا مفاد یہ بیان کیا جاتا ہے۔

۱۹ دسمبر کو بعد دوپہر سوسائٹی کا ہیڈ کلرک مسمی گیان چند بعض دوسرے کارکنوں کو ساتھ لیکر سردار گردھارا سنگھ حوالدار کے گھر گیا اور اس کی عہدہ داری کے گھر کی زبردستی تلاشی لی۔ اور دوسرے پانچ گارڈوں کے مکان کی تلاشی بھی لی۔ استعفےٰ دینے والوں نے اس تلاشی کا جو سبب بتایا ہے۔ اس کا مفاد یہ ہے۔ کہ

اکثر ارکان مجلس انتظامیہ ماڈل ٹاؤن ناجائز طریق سے لکڑی اور گھاس چارا قابل کرتے رہتے ہیں اور کرتے ہیں۔ اور چونکہ مستعفی حوالدار روکتا ٹوکتا اپنے فرض کی ادائیگی میں اُن کے سدراہ ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ کوئی نہ کوئی بہانہ اُن کو نکالنے کا پیدا کرنا چاہتے تھے اسی مقصد سے تلاشی ہوئی ہے مستعفی حوالدار اور گارڈ اس تلاشی کو اپنی شدید توہین خیال کر رہے ہیں۔ اگر کمیٹی نے اُن کی دادرسی نہ کی۔ تو شاید قانونی چارہ جوئی کریں۔

اگر مذکورہ بالا واقعہ درست ہے۔ یعنی اس قسم کا استعفےٰ دیا گیا ہے۔ تو ہم یہ پوچھنا چاہتے ہیں۔ کہ گیان چند کو کسی شخص کی تلاشی لینے کے اختیار کہاں سے اتفاق ہو گئے ہیں؟ ہمارے علم کے مطابق وہ نہ تو پولیس کا کوئی ذمہ دار افسر ہے نہ مجسٹریٹ۔ مستعفی حوالدار کا بیان ہے۔ کہ میرے اعتراض پر اُس نے کہا کہ مسٹر ہرچرن سنگھ تھانیدار ممبر کمیٹی کے حکم کے مطابق تلاشی لی جارہی ہے۔

ہمیں تو معلوم نہیں۔ کہ کسی تھانیدار نے بھی ماڈل ٹاؤن کی مجلس انتظامیہ کو اپنی رکنیت سے مشرف بخشا ہو۔ البتہ ایک شخص حال ہی میں سردار بہادر سوہن سنگھ کے مستعفی ہوجانے پر انتظامیہ کمیٹی میں داخل کیا گیا ہے۔ اُس کا نام ہرچرن سنگھ ہے لیکن جہاں تک ہمیں معلوم ہے۔ وہ تھانیدار تو نہیں ہے۔ البتہ کچھ قلیل عرصہ اسسٹنٹ سب انسپکٹر کے عہدے پر رہا ہے۔ اور اسی عہدے سے نہ جانے خود بخود یا مجبوراً علیحدہ ہو چکا ہے۔ چونکہ وہ پولیس میں رہ چکا ہے۔ اس لئے ہمیں تو یقین نہیں۔ کہ اُس نے ہیڈ کلرک کو ایسا خلاف قانون کام کرنے کے لئے کہا ہو۔ بہرحال یہ معاملہ بہت افسوسناک ہے۔

اور اگر گارڈوں نے اور اُس بڈھے اور معزز حوالدار نے جو ملک معظم کی فوج میں رہ کر عزت کی زندگی بسر کرچکا ہے۔ اپنی اس توہین کے خلاف عدالت سرکاری کا رخ کرلیا۔ تو نہ جانے ہیڈ کلرک اور اُس کے ساتھی کیا حیلہ پیش کریں گے۔ واقعات کے رُخ کو جاننے والے یہ کہتے ہیں کہ انتظامیہ کمیٹی کے اُس حصے نے جو من مانی کارروائیاں کرنے اور ناجائز مفاد اٹھانے میں بیباک ہے۔ ان گارڈوں کے نکالنے کی یہ ساری ترکیب ضرور سوچی ہوگی۔ کہ ان کے گھروں کی تلاشی کرا دی جائے۔ تاکہ وہ مشتعل ہوکر خود بخود استعفے دیدیں۔ مگر یہ بات ہے۔ تو اُن کا ایک مطلب تو حل ہوگیا۔ یعنی اُن کی دستبرد نہیں ہونا دینے والے حوالدار اور گارڈوں نے استعفے دیدیئے۔ اب وہ اپنے مطلب کے آدمی بھرتی کریں۔ دوسرا مطلب یہ کہ اگر ہیڈ کلرک پر بھی ہاتھ صاف کرنا ہو۔ تو چلیئے۔ ایک تیر کے دو شکار ہوگئے۔ لیکن وہ یاد رکھیں کہ پاپ کی ناؤ بھر کر ڈوبا کرتی ہے۔

## ایک خطرناک جسارت

ہم نے سُنا ہے کہ ۲۳ دسمبر کی رات کو کلب میں جو چوکیدار پہرے پر لگایا گیا۔ اُسے ایک رکن مجلس انتظامیہ نے یہ حکم دیدیا تھا۔ کہ رات کو جو شخص کلب کے قریب آئے۔ اُسے بے تامل گولی ماردو۔

رکن مذکور نوجوان آدمی ہے لیکن ہمیں یقین نہیں آتا۔ کہ اُس نے یہ حکم چوکیدار کو دیا ہو کیونکہ سرولی عہدے پر بھی ہیں لیکن وہ کچھ عرصہ پولیس میں کام کرچکا ہے۔ اور ضرور قانون سے کچھ نہ کچھ باخبر ہوگا۔

محکمہ پولیس میں کام کرنے کے دوران میں اُسے ضرور بتایا گیا ہوگا۔ کہ پولیس کے ان سپاہیوں کو بھی جو میگزین وغیرہ کے محافظ ہوتے ہیں۔ یہ حکم نہیں ملتا۔ کہ بغیر تین مرتبہ آواز دیئے چپکے سے کسی کو گولی ماردیں حتیٰ کہ فوجی گورے بھی ایسا نہیں کرسکتے۔

اور یہاں تو معاملہ ہی اور ہے۔ کلب ایک پبلک جگہ ہے۔ جہاں ہر شخص جب جی چاہے سیر کرسکتا ہے۔ یہاں نہ کوئی میگزین ہے نہ خزانہ نہ فوجی کیمپ۔ نہ جنگی لاٹ کی قیامگاہ۔

اسلئے ہمیں اس امر کے یقین لانے میں تامل ہے۔ کہ رکن مذکور نے اس قسم کا حکم دیا ہو۔ لیکن چونکہ ہیڈ کلرک کے قول کے مطابق وہ حوالدار گردھارا سنگھ اور گارڈوں کی تلاشی کا خلاف قانون حکم دے چکا ہے۔ اسلئے

رنگ اس افواہ پر قدرتاً بے چین اور غضبناک ہیں۔

ہم رکن مذکور سے یہ سوال کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ کہ کیا اُس نے ایسا حکم دیا ہے؟ اگر جواب نفی میں ہے۔ تو اُسے اپنی پوزیشن صاف کرنی چاہئے اور اگر اثبات میں ہے۔ تو کیا اُسے معلوم نہیں۔ کہ کلب میں سوسائٹی کا مشترکہ اور واحد ٹیلیفون ہے۔ اور ہر شخص جب جی چاہے۔ اُسے کلب کے برآمدے میں جاکر استعمال کرسکتا ہے۔ اور کیا اُسے معلوم ہے کہ ٹیلیفون کی ضرورت ماڈل ٹاؤن میں ہر وقت پیش آتی ہے۔ جبکہ موجودہ کمیٹی کی بدنیتی کے سبب سے ہسپتال کا انتظام بھی ختم ہوچکا ہے۔ کیا اُس نے ایسا حکم دیتے وقت اپنی پوزیشن اور اپنے حکم دینے کی حیثیت پر غور کر لیا تھا۔ کیا اُس نے سوچ لیا تھا۔ کہ اگر رات کے وقت کسی کو ٹیلیفون کرنے کی ضرورت لاحق ہوتی۔ اور بے خبری میں پرانے دستور کے مطابق کلب کے قریب چلا جاتا۔ تو یہ حکم کیسا خطرناک نتیجہ پیدا کرتا۔ ہم اُسے بتانا چاہتے ہیں۔ کہ اس قسم کا حکم وہ تو کیا خود ساری منیجنگ کمیٹی اور اس کا صدر بھی نہیں دے سکتا۔

# پھول کی موت

ایک خوشنما باغ کے عین وسط میں ایک جھاڑی خوبصورت سرخ پھولوں سے لدی کھڑی تھی۔ یوں تو سبھی پھول خوبصورت تھے۔ لیکن ان میں ایک پھول غیر معمولی طور پر دلکش تھا۔ وہ سب پھولوں سے زیادہ سرخ تازہ اور خوشبودار تھا۔ سب سے زیادہ خوبصورت اور بلند تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ اپنی دنیا کا بادشاہ تھا۔ اُس کی پتیاں ایک دوشیزہ کے نازک بدن کی طرح نرم تھیں اور رنگ جوانی کے سرخ خون کی طرح سرخ۔ اس میں ایک جیتی جاگتی زندگی تھی جس سے اس کا نازک دل دھڑک رہا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جو کوئی بھی وہاں آتا سب سے زیادہ اسی پھول کو پسند کرتا۔

وہ اپنی ابتدائی زندگی کے متعلق بہت ہی کم جانتا تھا۔ اسی لئے دنیا میں وہ اپنی حیثیت ایک اجنبی سے زیادہ نہیں سمجھتا تھا۔ اس نے اپنے ماحول پر حیرانی سے نظر ڈالی اور محسوس کیا۔ کہ وہ ایک ایسی دنیا ہے جس کے متعلق وہ کچھ نہیں جانتا۔

نیلا نیلا آسمان۔ چمکدار ستارے۔ روشن آفتاب۔ چاندی کا سا ماہتاب۔ بڑے بڑے درخت اور سبز سبز گھاس۔ سب اُس کی قدرت کے نامعلوم ذرائع تھے۔

اس نے محسوس کیا۔ کہ پرندوں کے چہچہانے اور انسانوں کے گانے سے اُسے بہت لطف آتا ہے۔ لیکن وہ ان کی حقیقت نہ سمجھ سکتا تھا۔ ننھی ننھی خوبصورت تتلیاں اُسے بوسہ دیتیں اور اس کے گرد رقص کرتی تھیں لیکن وہ صرف یہی سمجھتا کہ اُسے کسی نرم سی شے نے چھوا ہے۔ شبنم کے سرد موتی۔ اُس کی تازگی اور خوبصورتی بڑھاتے۔ لیکن اُسے معلوم نہ تھا۔ کہ یہ کہاں سے آتے ہیں۔

اسی لئے اس نے سوچا کہ اُس کی زندگی ایک پرلطف خواب کی ابتدا ہے جس کی تعبیر ابھی پوشیدہ ہے۔ اور جس کا نتیجہ یقینی طور پر اچھا ہوگا۔

(۲)

رفتہ رفتہ وہ دنیا کے رازوں سے آگاہ ہوتا گیا۔ اور ہر چیز کی بابت سمجھنے لگا۔ اپنی اور دوسروں کی ہستی سے آگاہ ہوتا گیا۔ اُسے معلوم ہوگیا۔ کہ وہ خوبصورت ہے۔ اور دوسرے اُسے چاہتے ہیں۔ اسی لئے جب کبھی تتلیاں پرندے یا انسان نزدیک آتے تو وہ انہیں بوسہ دینے کو آگے جھک جاتا۔

اُس کی رگوں میں شباب کا تازہ خون موجزن تھا۔ اور اسی لئے وہ ہمیشہ محبت اور مسرت کے دل خوش کن خیالات میں مست رہتا۔ ان حالات نے اُسے یقین دلا دیا تھا۔ کہ اس دنیا میں غم کا نام ونشان نہیں۔ اور وہ ہمیشہ اسی سے زندگی بسر کرے گا۔

اس طرح سرخ پھول اس باغ میں ایک پرلطف زندگی بسر کرتا رہا۔ اور رات کے ہر لحظہ سے مسرت اندوز ہوتا رہا۔

(۳)

ایک صبح اس نے دو لڑکوں کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ ان کے ہاتھوں میں کتابیں تھیں۔ وہ نزدیک آئے۔ اور جھاڑی کے سائے میں بیٹھ گئے۔ ایک نے کہا۔ ہاں تو اب کونسی کتاب شروع کریں؟ دوسرے نے جواب دیا۔ میرا ارادہ ابھی پڑھنے کا نہیں پہلے ذرا تفریح تو کرلیں۔

پھر دونوں لڑکے اُٹھے اور ادھر اُدھر ٹہلنے لگے۔ بہت دیر نہ گذری

کہ اُن کی تیز نگاہیں خوبصورت پھول پر گڑ گئیں۔ سرخ پھول نے دل ہی دل میں کہا: "اُف کس قدر خوفناک اور عجیب نگاہیں ہیں۔ ایسی نگاہیں میں نے آج سے پہلے کبھی نہیں دیکھیں"۔

سرخ پھول کانپ اٹھا۔ اور لڑکوں کی نظروں سے چھپ جانے کی ایک ناکام سعی کی۔ اس نے محسوس کیا۔ کہ کوئی خوفناک بات ہونے والی ہے۔

دونوں لڑکوں نے بیک آواز کہا "ایک خوبصورت سرخ پھول! آہا کیسا دلکش اور خوشبودار پھول ہے!"

انھوں نے غور سے پھول کو دیکھا اور پھر ان میں سے ایک نے اُسے توڑنے کے لیے قدم بڑھایا۔ جونہی لڑکے کے ہاتھ نے اُسے چھوا۔ پھول کے جسم میں درد و کرب کی ایک لہر سی دوڑ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ سنہری لڑکے کے ہاتھوں میں تھا۔

کاش! پھول کے پاس بھی تتلی کے سے پر یا انسان کی سی طاقت ہوتی۔ کہ وہ آزاد ہو سکتا۔

ایک دفعہ پھر اس کے جسم میں بے تاب کر دینے والے درد کی ایک لہر دوڑی جس نے اُسے بے ہوش کر دیا۔

(۴)

پھول نے اپنی دردبھری آنکھ کھولی۔ اور دیکھا کہ سبھی کچھ بدلا ہوا ہے۔ اس نے محسوس کیا۔ کہ میں وہ سرخ پھول نہیں ہوں جو دن رات خوش رہا کرتا تھا۔ اس کی خوشبو اور تازگی اب پہلے کی سی نہ رہی تھی۔ اُسے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کے جسم کے ہر مسام سے زندگی خارج ہو رہی ہے۔ اب وہ ایک لڑکے کے کرخت ہاتھوں میں تھا۔ جس کی نظریں اس پر گڑی تھیں۔ اس نے اپنے دوست سے کہا: "دیکھو تو! کیا خوبصورت پھول ہے!"

دوسرے نے جواب دیا "بیشک۔ مگر مہربانی کرکے اب مجھے دیدو۔"

"وہ کیوں؟ یہ تو میرا پھول ہے!"

"مگر تمہیں اس کے متعلق بتایا تو میں نے ہی تھا!"

اس پر دونوں لڑکوں میں لڑائی ہو گئی۔ ہر ایک پھول کو قبضہ میں لانے کی کوشش میں تھا۔ اس ہاتھا پائی میں بیچارہ پھول ادھ موا ہو گیا۔ اس کی تمام زندگی اور خوبروئی جاتی رہی۔ اب وہ کسی کام کا نہ رہا تھا اور اس لئے انھوں نے پھینک دیا۔

(۵)

وہ دن اور وہ رات پھولوں کا بادشاہ زمین پر پڑا رہا۔ کسی نے ذرہ بھر بھی اس کی پروا نہ کی۔ بلکہ جو کوئی بھی وہاں سے گذرتا۔ اُسے نہایت بیدردی سے روندتا ہوا گذرتا۔

اور تھوڑی مدت کے بعد خوبصورت سرخ پھول صرف چند بیجان بے رنگ اور بوسیدہ پتیوں کا ڈھیر رہ گیا۔

(فیروزالدین احمد)

# کس نے توڑا

(۱) بنارس ہندو یونیورسٹی کے بڑے بڑے کالج - ہوسٹل - ہسپتال اور پاور ہاؤس وغیرہ -

(۲) سندر بدھ سنگھ بھگوان سا رناتھ بنارس -

(۳) دیال سنگھ لائبریری - نسبت روڈ لاہور

(۴) کرپارام بلڈنگس لاہور -

(۵) کلب بلڈنگ اور رہائشی بنگلے - ماڈل ٹاؤن لاہور -

یہ عمارات مول چند کھنہ کی معرفت تیار ہوئی ہیں - آپ بھی چھوٹی بڑی عمارات - بنگلے - کالج - ولاز - سکول ہوسٹل وغیرہ کے ڈیزائن بنانے - تعمیر و آرائش کے متعلق ہمارے مشورہ اور عملی امداد سے فائدہ اٹھائیں -

**ایم سی - کھنہ - آرکی ٹیکٹ بلڈرز ڈیکوریٹر ۴-۷ - ایف ماڈل ٹاؤن - لاہور**

اردو شاعری میں انقلاب پیدا کرنیوالی کتاب

# ابوالاثر حفیظ جالندھری

کا مجموعۂ کلام

# "نغمہ زار"

ہے

جس میں پاکیزہ جذبات۔ امنگوں بھری جوانی۔ مناظر فطرت کی تصویریں۔ درد بھرے گیت۔ اور دل میں چٹکیاں لینے والی غزلیات درج ہیں۔

قیمت عہ علاوہ محصول ڈاک

ملنے کا پتہ مہتمم شاہنامہ ماڈل ٹاؤن لاہور

---

# حفیظ کی دوسری تصانیف

عمر عیار۔ دو جلد۔ نثر میں بچوں کے لئے۔ فی جلد عہ

ہندوستان ہمارا۔ ہندوستان کی تاریخ طالبعلموں کے لئے آسان زبان میں نظم کی گئی ہے۔ رنگین تصویروں کے ساتھ مزین اور مجلد ہے۔ عہ

سلام۔ حفیظ کا سلام بدرگاہ خیرالانام۔ ۲؍

رقاصہ۔ بازاری کسبیاں دامن قوم پر ایک بدنما دھبہ ہیں۔ اُن کے خلاف غیرت کا مظاہرہ۔ ۲؍

صبح سعادت۔ صبح کے وقت مسلمانوں کے مشاغل کا نقشہ چھوٹی بحر کی مرصع نظم میں۔ ۴؍

بہار کے پھول۔ بچوں کیلئے بچپن نظمیں۔ ۸

پھول مالا۔ بہت ننھے بچوں کی عجیب و غریب نظمیں۔ عہ

ملنے کا پتہ مہتمم شاہنامہ ماڈل ٹاؤن لاہور

---

ہومر اور فردوسی

کے رزمیہ کارنامے

مبالغہ اور انفاظی کے ہنگامے ہیں

# "شاہنامۂ اسلام"

مصنفہ

ابوالاثر حفیظ جالندھری

اردو نظم میں سچے اور پاکیزہ واقعات کا ولولہ انگیز بیان ہے جس میں ان مجاہدوں کے کارنامے ہیں۔ جو حق و صداقت اور مظلوموں کی حمایت کیلئے اٹھے تھے۔

قیمت جلد اول تین روپے علاوہ محصول ڈاک

ملنے کا پتہ مہتمم شاہنامہ ماڈل ٹاؤن لاہور

---

اسان اردو نثر میں

# حفیظ کے سات طبع زاد افسانے

ایک مجموعے کی صورت میں

طبع ہو چکے ہیں

اس کتاب کا نام

# "نفرت پیکر"

ہے

سید امتیاز علی تاج کا دیباچہ بھی شامل ہے

قیمت عہ

ملنے کا پتہ مہتمم شاہنامہ ماڈل ٹاؤن لاہور

مقام طباعت مسلم پرنٹنگ پریس لاہور۔ پرنٹر پبلشر ایس۔ آر۔ باصر مقام اشاعت ماڈل ٹاؤن لاہور۔

# آپکے مکانات و اراضیات

اور دیگر جائداد کی حفاظت و انتظام اور

خرید و فروخت کا بہترین ذریعہ

## سوفٹ ایجنسی (Swift Agency.)

ایم/G

(ماڈل ٹاؤن لاہور)

اسٹیٹ مینجرز کنٹریکٹرز پراپرٹی ڈیلرز

اینڈ کمیشن ایجنٹس



# تعمیرات

ہم نے ماڈل ٹاؤن اور لاہور کے قرب و جوار میں عمارات کی تعمیر اور جدید طرز کی عمارتوں کے نقشے اور لاگت کا تخمینہ تیار کرنے کے واسطے پبلک کی سہولت کی خاطر ایک دفتر کھول رکھا ہے۔ اگر آپ اپنے قیمتی وقت اور روپیہ کی بچت چاہتے ہیں۔ تو ہمارے تیس سالہ تجربہ کار ماہر فن انجینیر کی خدمات سے فائدہ اٹھائیں۔ بیرونجات کے اصحاب اگر موقع زمین کا خاکا اور اپنی ضروریات مکانیت لکھدیں۔ تو ہم یقین دلاتے ہیں کہ نہائت ہوا دار اور موزوں مکانیت کا ڈیزائن کم سے کم لاگت کا تیار کردیں گے۔ نیز جن اصحاب کو ماڈل ٹاؤن میں کسی وجہ سے رہائش کرنا منظور نہ ہو۔ ان کے پلاٹ واجب قیمت پر فروخت ہو سکتے ہیں۔ کام دیانتداری سے کیا جاتا ہے۔

المشتہر

ایم۔ اے رحمٰن اینڈ کو۔ آرکیٹیکٹ اینڈ بلڈرز ریذیڈنٹ ۵۵ جی

ماڈل ٹاؤن۔ ہیڈ آفس میکلوڈ روڈ نمبر ۵

کشمیر بلڈنگ متصل قلعہ گوجر سنگھ لاہور

# بہت سے درد۔ دکھ۔ بیماریاں

صرف "ER OL" کے استعمال سے

دور ہوجاتی ہیں

دردسر۔ زکام۔ دانت کا درد۔ دردِ شکم

بدہضمی۔ کان کا درد۔ گلے کی سوزش۔ کھانسی

جوڑوں اور پٹھوں کا درد۔ دردِ سینہ۔ انفلوئنزا

زہریلے جانوروں کا کاٹا ہوا۔ پھوڑا اور ناسور۔

خارش چنبل۔ آگ کی جلن۔ بخار اور اسی طرح

کی تکلیفوں کے لئے آپ صرف

# "EROL"

پر بھروسہ کرسکتے ہیں

ایرول کئی جگہ فالج کا بھی علاج ثابت ہوئی۔

ایرول کی شیشی ہر جگہ ہر شہر میں مل سکتی ہے۔

براہ راست بھی طلب کی جاسکتی ہے۔

سول ایجنٹس برائے ہندوستان۔ برما و افغانستان

جی ایس برادرز اینڈ کمپنی چاندنی چوک دہلی